إعداد :

مجلس شوری علماء اہل حدیث

(خیبر پختونخواہ)

ترجمہ:

عبد العزیز ناصر

(جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ)
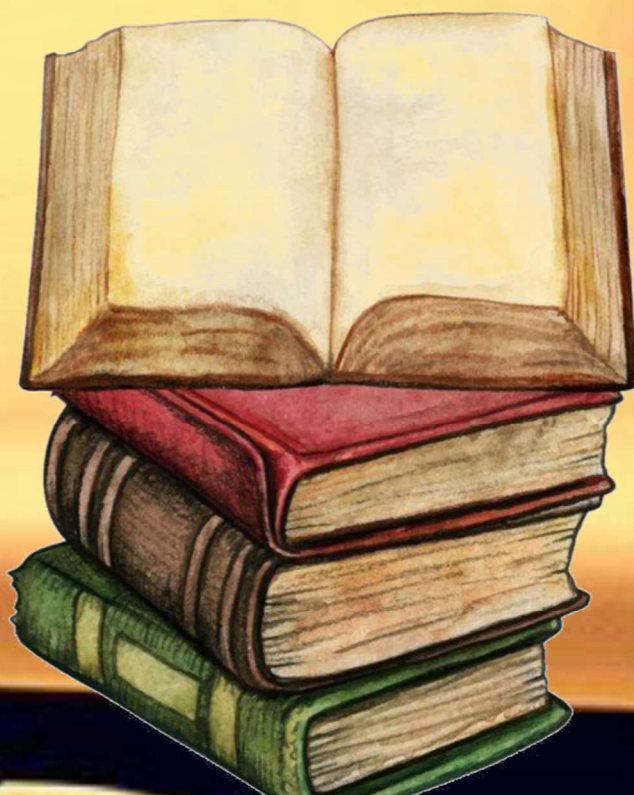
مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي أنزل الفرقان، ومنَّ علينا بالهداية للإيمان، والصلاة والسلام على نبي الرحمة محمد أفضل الأنبياء صاحب المقام المحمود ورافع اللواء، وعلى آله وأصحابه الطيبين الطاهرين، وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اَمابعد! مجلس شوریٰ علماء اہلِ حدیث خیبر پختونخواہ کا سالانہ اجتماع ربیع الاول ۱۴۴۳ھ کو منعقد ہوا جس میں مختلف تعلیمی و دعوتی قضایا زیرِ بحث آئے۔ مجلس کے اختتام پر طے پایا کہ علماء کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو سلفی منہج کی توضیح پر مشتمل ایک مختصر کتابچہ تیار کرے، جسے سلفی مدارس و جامعات کے نصاب میں شامل کر دیا جائے، تاکہ نسلِ نو اپنے اسلاف کے منہج سے روشناس ہو سکے۔

اس کمیٹی میں درج ذیل علماء شامل تھے:

- شیخ ابو عمار سمیع اللہ (نائب امیر شوریٰ علماء اہل حدیث)
- شیخ ابو حامد فضل ربی عمر الصافی
- شیخ امین اللہ پشاوری
- شیخ ابو صہیب محمد نبی السلفی
- شیخ عبد الحمید عبد الودود کامبت

- شیخ ابو سلمان حضرت محمد

- شیخ محمد عبد اللہ شبقدر

- شیخ عبد البصیر الرستمی

- شیخ محمد افضل السواتی

- شیخ ابو عمر عبد المنان محمدی

- شیخ امان اللہ الباجوری - حفظہم اللہ

اور اس رسالے کو ترتیب دینے کی ذمہ داری شیخ ابو عمر عبد العزیز النورستانی حفظہ اللہ نے اٹھائی۔

شیخ ابو عمر حفظہ اللہ فرماتے ہیں : "میں (اس رسالے میں) ان فضلاء کے جمع کردہ کلام کو مرتب کروں گا، اور کچھ باتیں اپنے حاشیۂ خیال سے بھی شامل کروں گا، اور قدرِ امکان اسے مختصر رکھوں گا، ان شاء اللہ۔ اور یہ کتابچہ تدریسی متون کی طرز پر ہوگا، جس میں دلائل ذکر نہیں کیے جائیں گے، کیونکہ طوالت طلبہ کیلیے باعثِ تشویش ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں، اور پھر شوری کے تمام اعضاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

متن

-عقیدہ، منہج اور سلف کی تعریف :

-عقیدہ کا معنی: انسان کی ٹھوس آراء اس کا عقیدہ کہلاتی ہیں، یا وہ چیز جسے انسان صمیمِ قلب سے بطورِ دین اپنائے اسے عقیدہ کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے {اعتقدتُّ كذا} میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں، یعنی دل و جان سے اسے اپناتا ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقیدہ انسان کا دین ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ فلاں کا عقیدہ اچھا ہے، یعنی شک سے پاک ہے۔[1]

- منہج کا معنی: منہج سے مراد وہ راستہ جس پر انسان گامزن ہو، اور جس عقیدے کی طرف وہ دعوت دے، اور جس پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم رکھے۔ (النَّهْجُ) بروزن الْفَلْس، اور (الْمَنْهَجُ) بروزن الْمَذْهَب، اور (الْمِنْهَاجُ) یعنی واضح راستہ۔ {نهج الطريقَ} یعنی راستہ واضح کر دیا یا راستہ اختیار کر لیا۔ (مختار الصحاح للرازي: ۳۲۰، تحت مادۃ نہج) واضح راستوں کو (طُرُقٌ نَهْجَة) کہا

---

1 (المصباح المنير للفيومي : ٢/٤٢١، تحت مادة عقد)

جاتا ہے۔ مَنْہج میم کی زبر کے ساتھ آتا ہے، اور مِنہاج زیر کے ساتھ۔ قرآن مجید میں ہے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾، منہاج یعنی واضح راستہ۔ کہا جاتا ہے: (نهجت لِيَ الطريق) یعنی مجھ پر راستہ عیاں ہو گیا۔[2]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ منہج کا مفہوم عقیدے سے وسیع ہے، ہر عقیدہ منہج ہے، مگر ہر منہج عقیدہ نہیں۔

-سلف کا معنی: لغت کے اعتبار سے سلف کا لفظ "گزران" پر دلالت کرتا ہے، اور اس کے کئی معانی ہیں۔ آپ کے آباء واجداد اور اقرباء میں سے جو لوگ گزر جائیں، اور عمر اور فضل میں آپ سے بڑے ہوں، آپ کے سلف کہلاتے ہیں۔ اصطلاحًا سلف کے دو معانی ہیں :

ا) ایک خاص زمانے میں عقیدتًا و عملًا کتاب و سنت پر چلنے والے لوگ۔ اور یہ وہ تین قرون ہیں جن کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے خیر کی گواہی دی ہے۔

۲) زمانے کی قید کے بغیر کتاب و سنت پر چلنے والے تمام لوگ۔ اس میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین اور تا قیامت ان کے راستے پر چلنے والے سب لوگ شامل ہیں۔

- منہجِ سلف کا معنی: وہ واضح راستہ جس پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین چلے ہیں- یہ اُن لوگوں کا منہج ہے جن کی تعریف اللہ نے قرآن میں کی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی خیریت و فضیلت کی گواہی دی ہے۔ اس منہج کے بنیادی خدوخال درج ذیل ہیں :

-اس منہج کی بنیاد کتاب و سنت اور سلفِ امت کا اجماع ہے۔

- یہ علم، پختگی اور سلامتی والا منہج ہے، کیونکہ سلف صالحین سب سے بڑھ کر علم والے ہیں اور ان کا منہج سب سے پختہ اور سب سے سلامتی والا ہے۔

- یہ دین میں ٹسل بازیوں اور بحث وجدال سے اجتناب پر مبنی منہج ہے۔

- یہ نقل (نصوص) کو عقل پر مقدم کرنے والا منہج ہے۔

- یہ تاویلات سے بچنے کا منہج ہے۔

- یہ کتاب و سنت کی نصوص کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا منہج ہے۔

- یہ ایک مسئلے میں تمام نصوص جمع کرنے، اور متشابہ کو محکم کی طرف لوٹانے کا منہج ہے۔

اگر آپ نے یہ باتیں سمجھ لی ہیں، تو اب سمجھیے کہ ایمان کے بارے میں سلف صالحین کا منہج چھ ارکان پر ایمان لانا ہے۔

---

2 (غريب القرآن لابن قتيبة : ١٤٤)

-پہلا رکن: اللہ پر ایمان :

یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود، ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات کی ٹھوس تصدیق۔ یہ اصلِ اصیل اور اسلام کا سب سے پہلا رکن ہے، جیسا کہ سب مسلمان جانتے ہیں۔

یہی وہ اصل ہے جس کی طرف رُسُلِ کرام میں سے پہلے رسول نوح علیہ السلام نے لگ بھگ ہزار سال تک دعوت دی، اور اپنا تمام وقت اور کدو کاوش اس کلمۂ توحید (لا إله إلا الله) کی طرف بلانے میں صرف کر دی۔

- توحید کی تین قسمیں ہیں :

توحید ربوبیت، توحیدِ الوہیت، توحیدِ اسماء وصفات۔ اور جو کوئی چوتھی قسم توحیدِ حاکمیت کا اضافہ کرے اور اسے تمام اصولِ دین پر مقدم ٹھہرائے وہ بدعتی ہے۔

-دوسرا رکن: فرشتوں پر ایمان :

یعنی اس بات کی ٹھوس تصدیق کہ فرشتوں کو اللہ نے نور سے پیدا کیا ہے، اور یہ آسمانوں میں اللہ کے عبادت گزار بندے ہیں، اور بعض زمین پر بھی ہیں۔

-تیسرا رکن: کتابوں پر ایمان :

یعنی اس بات کی ٹھوس تصدیق کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کی ہدایت کیلیے اپنے پیغمبروں پر کتابیں نازل کی، جو اللہ عزوجل کا حقیقی کلام ہیں۔ اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ لاریب حق ہے، اور اس کے الفاظ ومعانی بلاشک وشبہہ اللہ کا کلام ہے، کیونکہ دونوں ہی چیزیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں؛ اللہ سے ہی اس قرآن کی ابتداء ہے اور اسی کی طرف اس نے لوٹ جانا ہے، یہ مخلوق نہیں ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ اور سلفِ امت کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ اللہ نے جب چاہا اپنے پاس سے اسے نازل فرمایا، اور جب چاہے گا اسے واپس اٹھالے گا۔ سلف کے قول {مِنْهُ بَدأ وإِلَيْهِ يَعُوْدُ} سے یہی مراد ہے۔

- تلَقِّی (دین اخذ کرنا) اور استدلال میں سلف کا منہج:

تلَقِّی اور استدلال میں سلف کا منہج کتاب وسنت کی اتباع ہے۔[3]

اہل السنۃ والجماعۃ کتاب وسنت کی تمام نصوص پر ایمان لاتے ہیں۔ کہ جو کچھ کتاب وسنت میں ہے، اس پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا واجب ہے، خواہ مراد سمجھ نہ بھی آئے۔

---

3 (شیخ امین اللہ اور شیخ محمد نبی حفظہما اللہ)

نصوص پر ایمان لانا دو طرح سے ہے: مجمل اور مفصل۔

مجمل ایمان لانا ہر مومن پر فرضِ عین ہے خواہ معنی سمجھ آئے یا نہ آئے، جیسا کہ عوام الناس کرتے ہیں۔ اور جسے عربی کی سمجھ بوجھ نہ ہو، اس پر واجب ہے کہ اجمالاً تمام نصوص پر ایمان لائے۔

مفصل ایمان لانا فرضِ کفایہ ہے، اور یہ ہر اس شخص کیلیے ہے جس کو دلیل پہنچ جائے اور اس کی سمجھ بھی آ جائے۔ در اِیں صورت اس شخص کے حق میں یہ ایمان فرضِ عین بن جائے گا۔[4]

-اختلاف کی صورت میں سلف کا منہج:

اختلاف کے وقت وہ اللہ عزوجل کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اور کتاب و سنت کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق تھام لیتے ہیں۔

-"سنت" سے مراد:

سنت کا لفظ احکام و مسائل و دیگر امور سے متعلق بہت سی باتوں کو شامل ہے۔ انسان کی خوش بختی یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ کے راستے کو لازم پکڑ لے اور اُن کے پیچھے چلے۔ سنت اللہ کے رسول ﷺ کی احادیث کو بھی کہتے ہیں، اور احادیث قرآن کی تفسیر کرتی ہیں، اور قرآن کے دلائل پر مشتمل ہیں۔ تو جسے نجات چاہیے وہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کو لازم پکڑ لے۔ سنت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا، اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔[5]

-چوتھا رکن: رسولوں پر ایمان:

یعنی اس بات کی ٹھوس تصدیق کہ اللہ نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے، جو انہیں اکیلے اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت کی طرف بلاتا تھا، اور غیر اللہ کی عبادت سے روکتا تھا۔

-پانچواں رکن: یومِ آخرت پر ایمان:

یعنی یومِ قیامت اور اس متعلق جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بتلایا ہے یا اللہ کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے؛ اس پر پختہ اعتقاد رکھنا اور اس کی کامل تصدیق کرنا۔

---

4 (شیخ عبد البصیر حفظہ اللہ)

5 (شیخ ابو عمر عبد العزیز نورستانی حفظہ اللہ)

-چھٹا رکن: تقدیر کے اچھے اور برے پر ایمان :

اس بات کی ٹھوس تصدیق کہ ہر خیر اور شر کا واقع ہونا اللہ کی قضاء وقدر کے مطابق ہے، اور اللہ نے مخلوقات کی تقدیر اپنے علمِ سابق سے لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے۔ اور اس بات پر ایمان کہ اللہ نے ہر چیز پیدا کی ہے، اللہ کے علاوہ ہر چیز اس کی مخلوق ہے، سو وہ ہر عمل اور عمل کرنے والے کا خالق ہے۔

- مسمی الإیمان کے متعلق سلف کا منہج:

ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار، اور جوارح سے عمل کا نام ہے، نیکی کرنے سے بڑھ جاتا ہے، اور گناہ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔

-اسماء وصفات کے باب میں سلف کا منہج:

اہل السنۃ اللہ کیلیے ان تمام اسماءِ حسنی اور صفاتِ علیا کا اثبات کرتے ہیں جو اللہ نے خود اپنے لیے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اس کیلیے ثابت کی ہیں، اور ان تمام عیوب و نقائص کی اللہ سے نفی کرتے ہیں جن کی اللہ نے خود اپنے سے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے نفی کی ہے؛ بغیر کسی تحریف، تعطیل، تکییف، تمثیل اور تشبیہ کے۔

اور ہمارے ائمہ جیسے سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، عبد اللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض، احمد بن حنبل اور اسحاق بن ابراہیم الحنظلی (ابن راھویہ) رحمهم الله متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش پر ہے، اور اُس کا علم ہر جگہ ہے، اور روزِ قیامت اُسے ظاہری آنکھوں سے دیکھا جائے گا، اور وہ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور وہ غصہ بھی ہوتا ہے اور راضی بھی ہوتا ہے، اور وہ جب چاہے کلام فرماتا ہے۔ پس جو کوئی ان امور میں سے کسی کی بھی مخالفت کرے، تو وہ ان ائمہ سے بری ہے، اور یہ ائمہ اس سے بری ہیں۔[6]

اور آیاتِ صفات کے متشابہات -[7] کو بیان کرنے کیلیے جامع ترین کلمہ یہ ہے کہ: "میں اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ پر اللہ کی مراد کے مطابق ایمان لاتا ہوں، اور رسول اللہ ﷺ کے کہے پر رسول اللہ ﷺ کی مراد کے مطابق ایمان لاتا ہوں۔"

-استثناء کے مسئلہ میں سلف کا منہج:

سلف صالحین ایمان میں بغرضِ تصدیق -نا کہ بغرضِ شک- استثناء کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایمان میں استثناء؛ یعنی "میں ان شاء اللہ مومن ہوں" کہنا جائز ہے، وہ اپنے بارے میں حتمی طور پر ایمان کا دعویٰ نہیں کرتے؛ کیونکہ وہ اللہ سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں، اور تقدیر

---

6 (بيان تلبيس الجهمية لابن تيمية : ٣٩/ ٤)

7 صفات میں متشابہات سے مراد تفویض کیفیات ہے، کیونکہ تفویضِ معانی سلف کا منہج نہیں۔ تفصیل کیلیے ملاحظہ ہو: الإكليل في المتشابه والتأويل لابن تيمية : ٣٣- (مترجم)

پر ایمان لاتے ہیں، اور از خود اپنا تزکیہ نہیں کرتے؛ کیونکہ ایمانِ مطلق تمام طاعات بجالانے اور تمام منہیات سے بچنے کا نام ہے۔ ہاں، اگر استثناء کی بنیاد ایمان میں شک ہو، تو وہ اس سے منع کرتے ہیں۔ اور اُن کا عقیدہ ہے کہ گناہ ایمان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔[8]

-تکفیر کے باب میں سلف کا منہج:

-اہل السنۃ تکفیر کو اللہ کا حق سمجھتے ہیں، پس اسی کی تکفیر کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کافر قرار دیا ہو۔

-اور کسی معاملے کا کفر ہونا (خواہ کسی بھی درجے میں ہو) عقلی امور میں سے نہیں ہے، بلکہ شرعی امور میں سے ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے تب تک کسی پر کفر کا حکم لگانا روا نہیں ہے، جب تک ہم اس پر شروطِ تکفیر کا انطباق، اور اس سے موانعِ تکفیر کی نفی نہ کر لیں۔[9]

-اہل السنۃ والجماعۃ کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ گناہوں کی بدولت مسلمان حکمرانوں اور عوام کی تکفیر سے اجتناب کرتے ہیں، اور گناہ کی وجہ سے کسی کو ایمان سے خارج نہیں کرتے، نہ ہی اسے کافر کہتے ہیں۔ اور ان کا اتفاق ہے کہ مرتکبِ کبیرہ ایسے کفر کا مرتکب نہیں ہوتا جو اسے یکسر ملت سے خارج کر دے۔[10]

-اور اہل السنۃ کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ تکفیرِ نوع اور تکفیرِ معین میں فرق کرتے ہیں، چنانچہ جب کوئی ناقض (اسلام سے نکال دینے والا امر) پایا جائے تو وہ نوع پر کفر کا حکم لگا دیتے ہیں؛ مگر معین پر حکم وجودِ اسباب اور ازالۂ موانع کے بعد ہی لگاتے ہیں۔

-اور ان کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ "الحکم بغیر ما انزل اللہ" کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر نہیں کرتے، بلکہ اسے کفر دون کفر سمجھتے ہیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، اور اُن سے بیشتر مفسرین نے نقل کیا ہے۔

-اور ان کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ احتمالات، شبہات اور تسلسلات کی بنیاد پر تکفیر نہیں کرتے، بلکہ محتاط رہتے ہیں، اور مسلمانوں کے متعلق حسنِ ظن رکھتے ہیں، اور جہاں تک ہو سکے اُن کیلیے اعذار ڈھونڈتے ہیں۔

-اور ان کے اصولوں میں سے ہے کہ کفر کا حکم لگانا اہلیت رکھنے والے کبار علماء کا کام ہے، اور وہ اسے ہر عالم اور عامۃ الناس کیلیے درست خیال نہیں کرتے۔

-اور ان کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ عام لوگوں اور ائمہ مساجد کے عقائد کی چھان پھٹک نہیں کرتے، بلکہ ظاہر پر حکم لگاتے ہیں۔[11]

---

8 (شیخ امین اللہ اور شیخ محمد نبی حفظہما اللہ)

9 (شیخ ابو عمر عبد العزیز نورستانی حفظہ اللہ)

10 (شیخ محمد نبی اور شیخ امین اللہ حفظہما اللہ)

11 (شیخ امین اللہ حفظہ اللہ)

-موانعِ تکفیر کے باب میں سلفی منہج:

تکفیر کے موانع درج ذیل ہیں :

۱-جہالت:خواہ اس کا تعلق خبری و قولی مسائل سے ہو یا عملی مسائل سے۔

۲- حجت قائم نہ ہونا۔

۳-دلیل سمجھ نہ پانا، جاہل تب تک معذور ہے جب تک اس پر حجت قائم نہ ہو جائے اور وہ اسے سمجھ نہ لے۔ چنانچہ اہل السنۃ کسی قول یا رائے پر تب تکفیر کرتے ہیں جب مسلمانوں کا اجماع ہو کہ یہ قول کسی کافر سے ہی صادر ہو سکتا ہے، نیز اس پر حجت بھی قائم ہو چکی ہو۔ اور کہتے ہیں کہ جب حجت قائم ہو جائے، اور وہ اسے سمجھنے کا اہل بھی ہو؛ تو وہ کافر ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ اخروی احکام میں سے کسی چیز کے انکار پر تکفیر نہیں کی جائے گی جب تک حجت قائم نہ ہو جائے؛ کیونکہ ہو سکتا ہے اس شخص کو نصوص نہ پہنچی ہوں، یا پہنچی ہوں مگر اس کے نزدیک ثابت نہ ہوں، یا اس کے ہاں ان کے خلاف کوئی معارض ہو جس کی بنیاد پر وہ تاویل کرتا ہو، اگرچہ خطا پر ہو۔

۴-مسئلے کا نہ پہنچنا۔

۵-اِکراہ، بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔

۶-خطا، کیونکہ پیچیدہ مسائل میں غلطی کی معافی ہے، خواہ ان کا تعلق عقیدے سے ہو۔

۷-نسیان۔

۸-شدتِ حیرت۔

۹-کم سِنی۔

۱۰-جنون۔

۱۱-نیند۔

۱۲-تاویلِ سائغ۔

۱۳-نیا نیا مسلمان ہونا۔

۱۴-دور دراز دیہات میں پرورش پانا۔

۱۵-شدید خوف جو اوسان خطا کر دے۔

۱۶-شدید خوشی جو ذہول کا باعث ہو، جیسے انسان لاشعوری کی کیفیت میں ہوتا ہے۔ اسی طرح غیر ارادی طور پر یا بھول کر کوئی ایسا معاملہ سرزد ہو تو اُس پر بھی مؤاخذہ نہیں ہے۔

۱۷-اور جس مسئلے کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہو، اور اس میں نبیِ معصوم ﷺ سے کوئی صریح نص منقول نہ ہو، تو وہاں احتیاط کا تقاضا رُک جانا اور تکفیر سے باز رہنا ہے۔ کیونکہ تکفیر کرنے میں خطرہ ہے، مگر خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں۔[12]

-شریعتِ الٰہیہ کی تحکیم کے متعلق سلفی منہج:

-اہل السنۃ کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے اختلافات میں اللہ کی شریعت، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے فیصلے کروائیں۔

-اور وہ کہتے ہیں کہ جو باوجود علم کے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے، مگر اس کو حلال ٹھہراتا ہو نہ شرعی حکم کا مذاق اڑاتا ہو، بس قرابت داری کی عصبیت یا رشوت ستانی کی بدولت ایسا کرتا ہو، تو وہ گناہگار اور فاسق ہے مگر کافر نہیں۔[13]

-اور جو حکم بغیر ما انزل اللہ کو، یا سود، زنا اور دیگر مجمع علیہ محرمات کو حلال سمجھے تو وہ کفرِ اکبر، ظلمِ اکبر اور فسقِ اکبر کا مرتکب ہے۔ اور جو حلال ٹھہرائے بغیر ان کا ارتکاب کرے تو وہ کفرِ اصغر، ظلمِ اصغر اور فسقِ اصغر کا مرتکب ہے۔

-اور یہ بات جاننا ضروری ہے کہ کفر بھی فسق اور ظلم کی طرح دو قسم کا ہے: ایسا کفر، فسق اور ظلم جو ملت سے خارج کر دیتا ہے؛ اُس کا تعلق قلبی استحلال سے ہے۔ اور دوسرا جو ملت سے خارج نہیں کرتا، اُس کا تعلق عملی استحلال سے ہے۔ چنانچہ تمام گناہ-بالخصوص جو فی زمانہ سود، زنا اور شراب وغیرہ کے عملی استحلال کا عام ہونا ہے- عملی کفر کی قبیل سے ہیں۔ سو ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم ان گناہوں میں لتھڑے مسلمانوں کی صرف اس لیے تکفیر کر دیں کہ وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں اور عملاً حلال کیے ہوئے ہیں؛ جب تک کہ ہمیں یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں کو سرے سے حرام سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اگر ہمیں اُن کی اس قلبی مخالفت میں واقع ہونے کا معلوم ہو گا، تو ہم اُن کے کفر کو ارتداد قرار دیں گے۔ اور اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکے تو پھر تکفیر کا کوئی راستہ نہیں۔[14]

-حکم کی تین قسمیں ہیں:

۱) الحکم المنزل: اس کی اتباع واجب ہے۔

---

12 (شیخ ابو عمر عبد العزیز نورستانی حفظہ اللہ)

13 (شیخ امین اللہ اور شیخ محمد نبی حفظہما اللہ)

14 (فتنة التكفير للألباني : ١٠)

۲) الحكم المؤول : یہ مجتہدین کے مختلف اقوال ہیں جن کی اتباع واجب نہیں ہے، اور مخالفت کرنے والا کافر یا فاسق نہیں ہوتا۔ کیونکہ مجتہدین یہ نہیں کہتے کہ یہ اللہ یا اُس کے رسول ﷺ کا حکم ہے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی رائے سے یہ اجتہاد کیا ہے، جو چاہے قبول کرلے اور جو چاہے رد کردے، اور اسے امت پر لازم نہیں کرتے۔

۳) الحكم المبدل: اور یہ حکم بغیر ما انزل اللہ ہے، اسے نافذ کرنا یا اس پر عمل کرنا حلال نہیں، اور اس کی اتباع کرنا جائز ہے، اور ایسے شخص پر کفر، فسق اور ظلم میں سے کوئی حکم لگے گا۔ حکم بغیر ما انزل اللہ حاکم کے حال کے حساب سے بسا اوقات ایسا کفر ہوتا ہے جو ملت سے خارج کردیتا ہے، اور بسا اوقات کبیرہ یا صغیرہ گناہ ہوتا ہے، اور بعض دفعہ تو گناہ بھی نہیں ہوتا۔

- حكم بغير ما انزل الله کی مختلف صورتیں :

حکم بغیر ما انزل اللہ کی مختلف صورتیں ہیں، اور سب کا حکم حاکم کے عقیدہ و عمل کے اعتبار سے جدا جدا ہے۔

- جو بغیر ما انزل اللہ سے اس لیے فیصلہ کرے کہ وہ اسے اللہ کی شریعت سے اچھا سمجھتا ہو تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔ جو شریعت کی بجائے وضعی قوانین پر فیصلہ کرے اور اسے جائز سمجھتا ہو، یا وہ کہے کہ شریعت کا حکم افضل ہے (مگر یہ بھی ٹھیک ہے) تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے اللہ کے حرام کو حلال ٹھہرالیا۔

- اور جو بغیر ما انزل اللہ سے خواہش پرستی، رشوت، محکوم علیہ سے دشمنی یا دیگر ایسے اسباب کی بنیاد پر فیصلہ کرے، اور وہ سمجھتا ہو کہ میں اللہ کی نافرمانی کررہا ہوں، اور مجھ پر شریعت کے مطابق فیصلہ واجب ہے؛ تو اسے گناہ گار اور مرتکب کبیرہ سمجھا جائے گا، اور یہ کفرِ اصغر، ظلمِ اصغر اور فسقِ اصغر کے تحت آئے گا، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، طاؤس اور سلف صالحین کی ایک جماعت سے مروی ہے، اور اہلِ علم کے ہاں معروف ہے، والله ولي التوفيق۔[15]

- تقنین (قانون سازی) کا مسئلہ :

محض قانون سازی کرنا کفر نہیں ہے، بلکہ قانون سازی کرنے والے کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں :

- پہلی حالت: دنیاوی و سماجی قوانین بنانا جو شریعت سے نہ ٹکراتے ہوں جیسے: ٹریفک قوانین، جن میں شریعت سے ٹکراؤ نہیں ہے، تو یہ قانون سازی بالاتفاق جائز ہے۔

- دوسری حالت: شرعًا حرام امور جیسے سود اور شراب نوشی سے متعلقہ قانون سازی۔ مثال کے طور پر ایک شخص کا شراب فروشی کا کام ہے، باوجود اس کے کہ وہ شراب کو حرام سمجھتا ہے، مگر وہ اس کو بنانے، بھرنے، پیکنگ کرنے اور بیچنے سے متعلقہ قوانین بناتا ہے، تو یہ

---

15 (فتاوى مهمة لعموم الأمة لابن باز : ١٤٣)

شخص نافرمان اور گناہ گار ہے مگر کافر نہیں ہے؛ جب تک وہ اس عمل کو حلال نہ سمجھے۔ اسی طرح سودی قوانین بنانا اور اس کی حدود و قیود طے کرنا؛ تو یہ سب فسق وفجور ہے، مگر کفر نہیں ہے، جب تک اس عمل کو حلال نہ سمجھا جائے۔

- تیسری حالت: کسی کفریہ امر کو قانون بنانا، جو کفر ملت سے خارج کر دیتا ہو، اور جس کیلیے استحلال کی شرط ہی نہیں ہے، مثلاً: قبروں کے طواف اور شرکیہ استغاثوں کا قانون، غیر اللہ کو سجدہ، شعائرِ دینیہ کی توہین اور موحدین کو اُن کی توحید کی بنا پر قتل کرنے کے قوانین، تو ایسا قانون ساز اگر اللہ کا فیصلہ معلوم ہونے کے بعد بھی اَڑا رہے تو کافر ہے۔

- تشریع (شریعت سازی) میں غیر اللہ کی اطاعت کا مسئلہ:

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شریعت سازی میں اطاعت کرنا کبھی تو اس تشریع لغیر اللہ کے اقرار کو متضمن ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ در ایں صورت علماء فرماتے ہیں: اگر تو اطاعت کا منشا یہ ہے کہ غیر اللہ کو مطلقاً تشریع کا حق سونپ دیا جائے اور اس کا یہ حق تسلیم بھی کیا جائے تو یہ شرک ہے۔ اور اگر یہ حق تسلیم نہ کیا جائے تو معاملے میں تفصیل ہے، اور اطاعت کے موضوع کی مناسبت سے حکم فرق ہو گا:

۱- اگر کوئی تشریع میں اطاعت کرتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اس شریعت سازی کرنے والے کو بھی یہ حق حاصل ہے، اور اس کی پیروی کرتا ہے، تو یہ اللہ کے ساتھ شرک کا مرتکب ہے۔

۲- اور اگر کوئی تشریع میں اطاعت کسی اور سبب سے کرتا ہے تو شرک کے اندیشے سے نکل گیا، اور اس کا حکم اس معاملے کے تابع ہو گا، جس میں وہ اطاعت کر رہا ہے۔ کفر میں ہو تو کفر، فسق میں ہو تو فسق، اور معصیت میں ہو تو معصیت۔

اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اُن لوگوں میں جو بنی اسرائیل کے احبار ورھبان کی خود ساختہ تحلیل وتحریم میں اللہ ورسول سے ہٹ کر انہی کی بات کو دین مان کر اُن کی اطاعت کرتے تھے، اور وہ لوگ جو اللہ کی معصیت میں اُن کی اطاعت تو کرتے تھے مگر اللہ کے حکم کو ہی صحیح گردانتے تھے؛ فرق کیا ہے۔ شیخ الاسلام نے وضاحت کی ہے کہ پہلا گروہ کافر ومشرک ہے، یعنی جس نے دین مخالف امور میں احبار ورھبان کی اطاعت کی، اور کلام اللہ وکلامِ رسول کو چھوڑ کر انہی کی باتوں کو بطورِ دین اپنایا۔ تو شیخ الاسلام نے بیان فرمایا ہے کہ یہ گروہ کافر ومشرک ہے۔

جبکہ دوسرا گروہ جو معصیتِ الٰہی میں احبار ورھبان کی اطاعت تو کرتے ہیں، مگر اللہ کے حکم کو ہی برحق مانتے ہیں؛ بس خواہشِ نفس اور دنیا پرستی میں لگ کر ان اَحبار ورھبان کے پیچھے چل پڑتے ہیں، تو یہ گروہ گناہگار ونافرمان ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے عقیدہ کی درستی و اثر کے حساب سے تشریع میں اطاعت کو شرک بھی قرار دیا ہے اور اس سے کم تر بھی۔

-وعد اور وعید کی نصوص کے متعلق سلف کا منہج:

اہل السنۃ وعد ووعید کی نصوص پر ایمان لاتے ہیں، اور جس طرح وارد ہوئی ہیں، اسی طرح تسلیم کرتے ہیں۔

-ولاء وبراء کے باب میں سلف کا منہج:

-اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ محبت بھی اللہ کیلیے ہے اور بغض بھی اللہ کیلیے ہے۔ مومنوں سے محبت کرتے ہیں اور ان سے دوستی رکھتے ہیں، اور کافروں سے نفرت کرتے ہیں اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ نیز سمجھتے ہیں کہ یہ دوستی اور دشمنی شرعی واجب ہے، اور دین کی اصلِ عظیم ہے۔

-اور غیر مسلموں سے دلی محبت کا ایک ہی حکم نہیں ہے، کبھی یہ عقیدۂ ولاء وبراء کو اساس سے ختم کر دیتی ہے، اور اس کا مجرد پایا جانا ہی بندے کو کافر کر دیتا ہے۔ اور کبھی یہ اس عقیدے میں کمی کر دیتی ہے مگر اسے ختم نہیں کرتی، گویا ایک معصیت ہے جو ایمان کو گھٹا دیتی ہے، یکسر رائیگاں نہیں کرتی۔ اور کبھی یہ جائز بھی ہوتی ہے، کہ کمالِ ایمان اور عقیدۂ ولاء وبراء پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتی۔

-ایسی دلی محبت جو ولاء وبراء کی ناقض اور اساسِ ایمان کے منافی ہے، وہ کسی کافر سے اُس کے کفر کی وجہ سے محبت ہے۔

-اور ایسی محبت جو ایمان کو ختم نہیں کرتی مگر اسے گزند پہنچاتی ہے، اور عقیدۂ ولاء وبراء کی کمزوری پر دلیل ہوتی ہے؛ تو وہ کسی کافر یا مسلمان سے اُس کے فسق یا حرام کاری کی بدولت محبت ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ گناہ ہے، مگر اصلِ ایمان کے منافی نہ ہونے کی وجہ سے حدِ کفر کو نہیں پہنچتی؛ کیونکہ ہمیشہ سے مسلمانوں میں گناہوں سے محبت اور ان کا ارتکاب پایا گیا ہے، مگر اہل السنۃ میں سے کسی نے اس بنیاد پر تکفیر نہیں کی۔

-اور یہ محبت محبوب کی حالت و معصیت کے حساب سے کبھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔

-(نیز اہل السنۃ سمجھتے ہیں کہ) مسلمانوں میں ولاء وبراء کے عقیدے کو پورے اہتمام کے ساتھ راسخ کرنا واجب ہے۔

-مسلمانوں کو ولاء وبراء کی حقیقت سمجھانا بھی واجب ہے، اور یہ کہ غیر مسلموں سے شرعی ضوابط کے تحت نرمی ومہربانی کا معاملہ کرنا ولاء وبراء کے منافی نہیں ہے۔

- یہ تاکید بھی ضروری ہے کہ عقیدۂ ولاء وبراء اسلام کی سماحت، رحمت اور وسطیت سے متعارض نہیں ہے۔ اس مسئلے کو مختلف وسائلِ اَعلام میں نشر کیا جانا چاہیے۔

- حتمية مواجهة الغرب بحقيقة (الولاء والبراء) الشرعي، فليس فيه ما يخجل منه المسلمون، ومجابهتهم (أي مواجهتهم) بأننا لو لم يكن من عدالة هذا المعتقد عندنا إلا أنهم هم يُواجهونا بولائهم لبغضهم، وبراءتهم منا لكفى بذلك عدلاً وإنصافاً. -[16]

-کافروں سے براءت کا مفہوم راسخ کرنے کا مطلب اُن پر ظلم اور زیادتی کرنا نہیں ہے۔

---

16 اس جملے کا مفاد پوری طرح واضح نہ ہونے کی وجہ سے اسے بغیر ترجمہ کے نقل کر دیا گیا ہے۔ (مترجم)

- "المو الاة"اور"التولي "میں فرق:

اسمِ موالاۃ میں دوباتیں شامل ہیں:ایک التولي اور دوسری المو الاۃ۔

- التولي:شرک وکفر اور مشرکین وکفار سے محبت رکھنا، یاکفر کے اسلام پر غلبے کی نیت سے مسلمانوں کے خلاف کفار ومشرکین کی مدد کرنا، اور یہ کفرِ اکبر ہے۔

- المو الاۃ:مشرکین اور کفار سے کسی دنیاوی مقصد یا قرابت کی وجہ سے محبت کرنا، بشرطیکہ اس کے ساتھ اسلام پر کفر کے غلبے کے ارادے سے ان کی مدد کرنا شامل نہ ہو، وگرنہ یہ تولی بن جائے گا۔ موالاۃ حرام اور معصیت ہے، لیکن کفر نہیں ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: {يأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ} ، اللہ تعالیٰ نے انہیں اسمِ ایمان کے ساتھ مخاطب کیاہے۔

-کافر ممالک سے سفارتی وتجارتی تعلقات استوار کرنا، موالاۃ نہیں کہلائے گا۔[17]

-کرامات کے متعلق سلف کا منہج:

کرامت خرقِ عادت امر ہوتاہے، مگر یہ کوئی تحدی (چیلنج) یادعوائے نبوت نہیں ہوتا، اسے اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کے ہاتھ پر ظاہر فرماتاہے۔ پس اگر آپ کسی انسان کو دیکھیں کہ وہ ہوامیں اڑتاہے، یاپانی پر چلتاہے، یاغیب کی خبریں بتاتاہے، مگر بغیر کسی وجہ کے محرمات کاارتکاب کرکے یاواجبات ترک کرکے شریعت کی مخالفت کرتاہے، توجان لیں کہ وہ شیطان ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے جہلاء کیلیے فتنہ بنایاہے، اور بعید نہیں کہ یہ اُن اسباب میں سے ایک ہو جو اللہ نے گمراہی کیلیے بنائے ہیں۔ کیونکہ شیطان ابنِ آدم میں خون کی مانند گردش کرتاہے، اور دجال بھی زندہ کرنے، مارنے، اور آسمان سے بارش برسانے کی قدرت رکھتاہوگا، تاکہ اہلِ ضلال اس کے فتنہ میں مبتلاہوں۔ تو یہ سانپ کھانا یاآگ میں داخل ہوناوغیرہ بھی اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔

-جادو کے متعلق سلف کا منہج:

سلف کاعقیدہ ہے کہ دنیامیں جادواور جادوگروں کاوجود ہے، مگر وہ اللہ کے اذن کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ جو کوئی جادو کرے، یاجادو کروائے، یااس کو اللہ کے اذن کے بغیر نفع ونقصان کاباعث سمجھے، تووہ کافر ہے۔

---

17 (شیخ مجیب الرحمٰن عمر حفظہ اللہ)

-عقل کے باب میں سلف کا منہج:

اہل السنۃ کے نزدیک عقلِ صریح نقلِ صحیح کے موافق ہوتی ہے، اور جب اشکال واقع ہو تو وہ نقل کو عقل پر مقدم کرتے ہیں، مگر وہ اشکال حقیقی نہیں ہوتا کیونکہ نقل میں کبھی بھی ایسی بات نہیں ہوتی جو عقلاً مستحیل ہو۔

* اجماع اور اجتہادی مسائل:

-اہل السنۃ کہتے ہیں کہ ہم کتاب و سنت کے بعد علمائے امت کے اجماع کو بھی دلیل مانتے ہیں، کیونکہ یہ امت باطل پر جمع ہونے سے معصوم ہے، اور ناممکن ہے کہ حق چھوڑ دینے پر جمع ہو جائے۔

-اور ان کے نزدیک اجتہادی مسائل میں اختلاف عداوت و قطع تعلقی کا موجب نہیں بنتا، نیز وہ کسی مسلمان پر کسی معین فقیہ کے مذہب کی پابندی ضروری قرار نہیں دیتے، بلکہ ہر شخص قوتِ دلیل کی بناپر ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہو سکتا ہے۔[18]

-حکمرانوں اور مسلمان سربراہوں سے تعامل میں سلف کا منہج:

-تنگی و آسانی میں، پسند وناپسند میں اور حقوق کی پامالی کے باوجود سمع واطاعت پر کاربند رہنا، خواہ حکمران کوئی ناک کٹا حبشی غلام ہی ہو جس کا سر منقہ کی مانند ہو تب بھی اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور خواہ وہ ھدیِ نبوی کی پیروی نہ کرتا ہو، اور سنتِ نبوی کو اختیار کرنے والا نہ ہو، رعایا پر ظلم بھی کرے اور ان کے تمام اموال ہتھیا لے، تب بھی تمام امور میں اس کی اطاعت واجب ہے؛ جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ اور جب وہ نافرمانی کا حکم دے، تو عملی ہو یا اعتقادی، پھر کوئی سمع واطاعت نہیں۔

-اور اہل السنۃ حکمرانوں کیلیے اصلاح، استقامت اور ہدایت کی دعا کرتے ہیں، ان کے خلاف بد دعا نہیں کرتے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ اور جب آپ کسی شخص کو سلطان کے خلاف بد دعا کرتے دیکھیں تو جان لیں کہ وہ بدعتی ہے اور جب آپ کسی شخص کو سلطان کی اصلاح کے لیے دعا کرتا دیکھیں تو جان لیں کہ وہ صاحبِ سنت ہے، ان شاء اللہ۔

-اور وہ حکمرانوں کو قدرِ امکان تنہائی میں نرمی و لطف کے ساتھ حق کی نصیحت کرتے ہیں، اور ان پر زبان یا تلوار سے خروج کو جائز نہیں سمجھتے خواہ وہ کتنے ہی کبائر اور گھناؤنے امور میں ملوث ہوں؛ الا یہ کہ وہ کفرِ بواح کا ارتکاب کریں، جس پر اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو اور خروج کی قدرت اور استطاعت بھی ہو۔ کیونکہ برائی کا ازالہ بڑی برائی سے کرنا جائز نہیں۔

-اور جو کوئی مسلمانوں کی حکومت سنبھال لے اور اہل حل وعقد اس پر جمع ہو جائیں اور اس کو حاکم تسلیم کر لیں، یا کوئی تلوار کے زور سے غالب آ کر خلیفہ بن بیٹھے اور امیر المؤمنین کہلایا جائے، تو اس کی اطاعت واجب ہے، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت کے کاموں کے علاوہ اس کی مخالفت کرنا اور اس کے خلاف خروج کر کے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا حرام ہے۔

---

18 (شیخ فضل ربی عمر صافی حفظہ اللہ)

-اور جو مسلمان حکمرانوں میں سے کسی پر خروج کرے حالانکہ وہ اس پر اکٹھے ہو چکے ہوں، اور اسے برضا اور غبت یا زور زبردستی حاکم مان چکے ہوں، تو یہ شخص مسلمانوں کی وحدت توڑنے والا اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔[19]

-اور اگر سلطان تمہیں اللہ کی معصیت کے کام کا حکم دے تو تمہارے لیے اس کی اطاعت بالکل جائز نہیں ہے اور اس کے خلاف خروج کرنا بھی جائز نہیں ہے۔[20]

-پس سلطان پر خروج نہ کرے، بلکہ اس کی سنے اور مانے، اس کے حقوق ادا کرے، اور اس کی بیعت کو نہ توڑے، کیونکہ ایسا کرنے والا بدعتی، اہل السنۃ کا مخالف اور جماعت سے الگ ہونے والا ہے۔

-اور جان لو کہ سلطان کا ظلم کرنا اللہ کے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے فرض ٹھہرائے گئے امور میں سے کسی فریضے کو ساقط نہیں کرتا۔ اس کا ظلم اس کی ذات تک ہے، جبکہ اس کے ہمراہ ادا کی گئی آپ کی عبادت اور نیکی مکمل ادا ہو گی ان شاء اللہ۔ یعنی جماعت اور جمعہ ان کے ساتھ ہو گا، اور جہاد بھی ان کے ہمراہ ہو گا، اور دیگر سب نیکیوں میں بھی ان کے ساتھ شریک رہو، آپ کو آپکی نیت کے مطابق اجر ملے گا۔

-اور جب تک مسلم ریاست میں نماز کے لیے اذان اور اقامت کا اعلان ہوتا ہو اور مسلمان امن کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں، تب تک اہل السنۃ اسے دار الاسلام سمجھتے ہیں، اور معتزلہ کی طرح دار الکفر قرار نہیں دیتے۔[21]

-اور اہل السنہ کہتے ہیں کہ سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے، اور جو اپنے اوپر کسی نیک یا برے حکمران کو حاکم نہ مانتا ہو تو وہ سنت کا مخالف ہے۔[22]

-اور ہر مذہب کے ائمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی علاقے یا علاقوں پر غلبہ پالے، تو تمام امور میں ایک حکمران کی طرح ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو دنیا چل نہ پائے کیونکہ لوگ ایک طویل زمانہ سے، امام احمد رحمہ اللہ سے بھی قبل سے آج کے دن تک ایک امام پر جمع نہیں ہوئے، اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کبھی کسی عالم نے کہا ہو کہ شرعی احکام صرف امامِ اعظم کی موجودگی میں صحیح ہوتے ہیں۔[23]

---

19 (أصول السنة لأحمد : ٤٥)

20(موسوعة مواقف السلف للمغراوي : ١٥٦/ ٩)

21 (اعتقاد أئمة الحديث للإسماعيلي : ٧٦)

22(أصول السنة لابن أبي زمنين : ٢٧٥)

23 (الدرر السنية في الأجوبة النجدية : ٥/ ٩)

--خوارج کی دو قسمیں ہیں: المقاتلة اور القعدیة۔ القعدیة: وہ جو حکمرانوں پر خروج کو خوشنما بنا کر پیش کرتے ہیں، مگر خود خروج نہیں کرتے۔[24] یہ بدترین خوارج ہیں۔[25]

-اور خوارج اہل السنة والجماعة کو مرجئۃ کہتے ہیں، حالانکہ وہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں، اصل مرجئہ وہ خود ہیں، کہ اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہیں اور دیگر لوگوں اور مخالفت کرنے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔[26]

-خارجی ہونے کیلیے مرتکبِ کبیرہ کی تکفیر شرط نہیں ہے۔

-امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خارجی وہ ہے جو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھانا جائز سمجھے، اور خلیفہ وامیر کی اطاعت واجب نہ سمجھے۔"[27]

-امام حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا گیا: خریبہ میں ایک شخص نے خروج کیا ہے۔ فرمایا: "مسکین نے برائی دیکھی تو اپنی طرف سے اُس کو روکنے نکلا، اور اس سے بڑی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا۔"

-امام محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تم میں سے کوئی کسی عادل یا ظالم حکمران کے خلاف خروج کرنے والے، اپنا جتھہ جمع کر کے تلوار سونتنے والے، اور مسلمانوں سے لڑائی حلال کرنے والے خارجی کی عبادت سے متاثر نہ ہو جائے؛ نہ اس کے قرآن مجید پڑھنے سے، نہ نماز میں لمبے قیام سے، نہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے، نہ علم کی خوشنما باتوں سے، جبکہ اس کا عقیدہ خوارج والا عقیدہ ہو!"[28]

-امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو مسلم حکمرانوں میں سے کسی پر خروج کرے وہ خارجی ہے، مسلمانوں کی اجتماعیت توڑنے والا اور احادیث کی مخالفت کرنے والا ہے، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے... اور سلطان سے لڑائی کرنا سنت نہیں، کیونکہ اس میں دین ودنیا کی تباہی ہے۔"[29]

-خوارج سے قتال کرنا جائز ہے اگر وہ مسلمانوں کی جان ومال اور اہل وعیال کے درپے ہو جائیں، اور اگر وہ بھاگ جائیں تو امیر ان کا پیچھا نہ کرے، اور اُن کے زخمیوں کو قتل نہ کرے، اُن کے مال کو غنیمت نہ بنائے، اُن کے قیدی قتل نہ کرے اور اُن کے بھگوڑوں کا تعاقب نہ کرے۔

-اور فقہاء، نُساک، عباد اور زہاد میں سے تمام علم والوں کا پہلے دور سے ہمارے دور تک اجماع ہے کہ عیدین، جمعہ، منیٰ، عرفات، جہاد، حج اور قربانی ہر نیک اور بد حکمران کے ساتھ کی جائے گی۔ اور خراج، زکوۃ اور اعشار انہیں دینا جائز ہے۔ اور اُن کی بنائی گئی مساجد میں نماز

24(فتح الباري لابن حجر : ٤٥٩/ ١)

25(السنة للكرماني : ٩٩)

26(شیخ ابوعمر عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ)

27(المستدرك على الصحيحين : ٥٨٦/ ٣)

28(الشريعة : ٣٤٥/ ١)

29(شرح السنة : ٥٨)

پڑھنا، اُن کے تعمیر کردہ پُلوں اور راہ گزروں پر چلنا، خرید و فروخت اور ہر طرح کی تجارت، زراعت اور صنعت میں مشغول ہونا، ہر دور میں اور ہر حکمران کے تحت کتاب و سنت کی رُو سے جائز ہے۔ اپنے دین کے بارے میں محتاط، اور اپنے نبی ﷺ کی سنت سے چمٹنے والے شخص کو کسی ظالم کے ظلم، اور جائر کے جور کا کوئی وبال نہیں، بشرطیکہ وہ خود کتاب و سنت کے حکم کا پابند ہو؛ بالکل اُسی طرح جیسے کوئی عادل حکمران کے دور میں کتاب و سنت کے خلاف خرید و فروخت کرے، تو اُسے اس حکمران کے عدل کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اُن کے قاضیوں سے فیصلے کروانا، اور اُن کے عہدے داران و پولیس کے ذریعے حدود و قصاص قائم کرنا اور ظالموں سے حق طلبی کرنا درست ہے۔ اور اُن کے مقرر کردہ افسران کی بھی سمع و اطاعت ہے، بھلے ہی کوئی حبشی غلام ہو، سوائے معصیتِ الٰہی کے کاموں کے، کیونکہ اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔[30]

-اور جمعہ و عیدینِ فطر و اضحی اور حج سلاطین اور مسلمان بادشاہوں کے ہمراہ ہو گا، خواہ وہ نیک، عادل اور متقی نہ بھی ہوں۔

-اور زکوۃ، خراج، اعشار، فئے، غنائم، انہی کو سپرد کیے جائیں گے خواہ اُس میں ظلم کریں یا انصاف۔ اور جسے اللہ نے حکومت دے دی اس کی بات مانی جائے گی، اور کوئی اس کی اطاعت سے رُوگردانی نہ کرے، اور اُس پر تلوار سے خروج نہ کرے جب تک اللہ اُس کیلیے آسائش و راہِ نجات پیدا نہ فرمادے۔

-اور روزہ، فطر اور اضحی کے معاملے میں حاکم سے اختلاف جائز نہیں۔ رمضان کے روزے اس کے ساتھ ہیں، اور شوال کی ابتداء بھی اُس کے ہمراہ ہے، اور قربانی کا دن بھی اُس کے ساتھ ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: "فطر اور اضحی حکمران کے سپرد ہیں، جب حاکم فطر کرے تو لوگ بھی کریں اور جب حاکم قربانی کرے تو لوگ بھی کریں۔"[31]

-اور جب سے اللہ کے رسول ﷺ مبعوث ہوئے ہیں؛ جہاد تمام نیک و بد حکمرانوں کی معیت میں جاری و ساری ہے، یہاں تک کہ امت کے آخری لوگ دجال سے جہاد کریں گے، کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل جہاد کو باطل نہیں کرتا۔

-اور تحزب جائز نہیں؛ یعنی سیاسی و مذہبی گروہ بندی اور جماعتیں بنانا جو مسلمانوں کی جماعت کو پارہ پارہ کر دیں۔ اور اسلامی حکومت کے تحت رہتے ہوئے اجتماعی سرگرمیاں درست ہیں؛ جن کی سرپرستی مسلمان حاکم کرتا ہو، نیک ہو یا برا۔

-حکمرانوں کی مسؤولیت کے بارے میں سلف کا موقف:

حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ رعایا کے متعلق اللہ سے ڈریں، کیونکہ وہ امت کے دین، خون، اموال، اعراض، مصالح، امن و امان، معاملات اور اخلاق کے نگہبان ہیں۔

---

30 (قاعدة مختصرة في وجوب طاعة الله ورسوله وولاة الأمور لابن تيمية : ١٥)

31 (السنة للخلال : ١/٧٦)

-فتنوں کے دور میں سلف کا منہج:

-اہل السنۃ والجماعۃ فتنوں سے دور رہتے ہیں، اور فتنے میں لڑائی نہیں کرتے، اور اپنے دین، اہل اور مال کو بچا لے جاتے ہیں، اور لوگوں سے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں، اور ظاہری و پوشیدہ فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ دنیا کی خاطر ہونے والی مسلمانوں کی ہر لڑائی فتنہ ہے۔[32]

-امام ابو عوانہ الاسفرایینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : "فتنے کے وقت مسلمانوں کی جماعت اور حکمران کے ساتھ رہو، یہ تمہارے لیے جائے امان ہے۔" [33]

-پس جب فتنہ واقع ہو تو گھر میں ٹِک جاؤ، فتنے کے قرب سے بھاگو، عصبیت سے بچو، اور دنیا کی خاطر ہونے والی مسلمانوں کی ہر لڑائی فتنہ ہے، پس اللہ وحدہ لا شریک سے ڈرو، اور فتنہ میں مت نکلو۔ فتنے میں شریک نہ ہونا سنتِ ماضیہ ہے، جس کی پابندی واجب ہے۔ پھر اگر فتنہ تمہیں آ ہی لے تو اپنی جان کو دین پر مقدم رکھو (یعنی جان آگے کرو اور دین بچاؤ)، اور زبان یا ہاتھ سے فتنہ میں تعاون نہ کرو؛ بلکہ اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنی خواہشِ نفس پر روک لگا دو۔ اللہ بہترین کارساز ہے۔[34]

-ائمہ و سلاطین کے ساتھ مل کر باغی گروہوں اور خوارج کے خلاف لڑنا فتنہ میں شامل نہیں ہے۔[35]

-جمعہ و جماعات میں شریک ہونا:

-پنج وقتہ نماز ہر مسلمان کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے سوائے جہمی کے، کیونکہ وہ اللہ کے اسماء و صفات کا انکاری ہے۔ اور اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لو تو دہراؤ۔ اور اگر تمہارا جمعے کا امام جہمی ہو، اور حکمران ہو، تو اُس کے پیچھے نماز ادا کر لو، پھر الگ سے دہرا لو۔ اور اگر تمہارا امام، حکمران ہو یا کوئی اور، صاحبِ سنت ہو تو اُس کے پیچھے نماز پڑھو اور مت دہراؤ۔

-جو بغیر عذر کے مسجد میں جمعہ اور باجماعت نماز ترک کرے تو وہ بدعتی ہے۔ اور عذر یہ ہے کہ بیماری کے باعث مسجد جانے کی طاقت نہ ہو یا ظالم سلطان کا ڈر ہو۔ اس کے علاوہ کسی کیلیے کوئی عذر نہیں۔

-اور جو امام کے پیچھے نماز پڑھے مگر اُس کی اقتداء نہ کرے، تو اُس کی کوئی نماز نہیں۔

---

32 (شیخ امین اللہ اور شیخ محمد نبی حفظہما اللہ)

33 (الجامع في عقائد ورسائل أهل السنة والأثر : ٨٢٩)

34 (الجامع لعلوم الإمام أحمد – العقيدة : ١٢/ ٣)

35 (اعتقاد أئمة الحديث للإسماعيلي : ٧٦)

-مظاہرات کا حکم:

مسلمان حکمرانوں کے خلاف سب مظاہرات شر ہیں، حاکم کی اجازت ہو یا نہ ہو،[36] کیونکہ اس میں فساد، جلاؤ گھیراؤ اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کی املاک کی تباہی و نقصان ہے۔

- جمہوریت کا مسئلہ:

-جمہوریت جب تک کہ وہ عوام کی حکومت ہے اور اُس میں انسان کو حقِ تشریع حاصل ہے جو کہ خالص اللہ کا حق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (إن الحكم إلا لله)؛ تو اس کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں، خواہ اس کے ساتھ لفظ "اسلامی" کا اضافہ کر دیا جائے۔

- عام انتخابات میں جمہوری لوگوں کا شر کم کرنے کیلیے، شرعی ضوابط کا خیال رکھتے ہوئے، اُن کے مد مقابل آنا جائز ہے۔ اس مسئلے کا ماحصل یہ ہے کہ انتخابات میں شرکت کی کھلی چھوٹ نہیں ہے، اور اصل عدمِ شرکت ہی ہے، الا یہ کہ شریک ہونے میں مصلحت ہو، جیسا کہ مقابلہ کسی اچھے اور برے کے مابین ہو، یا زیادہ برے اور کم برے کے مابین ہو، اور شریک نہ ہونے سے بدتر اور خبیث تر کے غالب آنے کا خطرہ ہو؛ درایں صورت دو بُروں میں سے زیادہ بُرے سے چھٹکارا پانے کیلیے اخف الضررین کا ارتکاب کرتے ہوئے شرکت کر لینے میں حرج نہیں ہے۔[37]

-صحابہ کرام کے بارے میں سلف کا منہج:

-اہل السنۃ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں، اپنے دلوں اور زبانوں میں اُن کے متعلق کوئی میل نہیں رکھتے، کیونکہ وہ ایمان اور احسان میں سب سے کامل ہیں، اور اطاعت و جہاد میں سے سب سے آگے ہیں، اللہ نے انہیں اپنی نبی ﷺ کی صحبت کیلیے چُن لیا ہے۔ اور اُن کا ایک امتیاز ایسا ہے جو اُن کے بعد کسی کا نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کیسے ہی بلند مقام پر ہو؛ اور وہ ہے نبی کریم ﷺ کو دیکھنا۔

-صحابہ کرام سب کے سب عدول ہیں، انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عادل ٹھہرایا ہے، اور وہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کا افضل ترین گروہ ہیں۔

-اہل السنۃ والجماعۃ اُن کا صرف اچھا ذکر کرتے ہیں، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اُن سے محبت کی ہے، اور اُن سے محبت کی تلقین فرمائی ہے۔ اور ان کے درمیان ہونے والے مشاجرات پر خاموش رہتے ہیں، اور اُن کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ جو اُن میں سے حق پر تھا اس کیلیے دوہرا اجر ہے، اور جو غلطی پر تھا اس کیلیے ایک اجر ہے، اور اس کی خطا معاف ہے ان شاء اللہ۔ اور وہ کسی ایک بھی صحابی کو برا نہیں کہتے۔[38]

---

36 (لقاءات الباب المفتوح لابن عثيمين : شريط رقم ١٧٩)

37 (شرح سنن أبي داؤد للعباد : ١٧٠/ ٢٥)

38 (شیخ فضل ربی حفظہ اللہ)

-اور وہ چھوٹے بڑے، مرد وخواتین، اول و آخر؛ تمام صحابہ کرام کیلیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

-اور یہ کہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ ہیں، سات آسمانوں کے اوپر سے انہیں ہر غلاظت سے مبرا اور ہر شک سے پاک قرار دیا گیا ہے۔

-اور اہل السنۃ تمام صحابہ کرام سے درجہ بدرجہ مراتب کے حساب سے محبت کرتے ہیں، اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

-اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے بھی محبت کرتے ہیں۔

-اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اللہ نے اُنہیں فضیلت بخشی ہے۔ سب سے پہلے خدیجۃ الکبری ہیں، ان کے بعد عائشہ صدیقہ ہیں، اور دونوں کا مقام بہت بلند ہے۔

-معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کے بارے میں سلف کا موقف:

-اہل السنۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کی وحی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب اور امین سمجھتے ہیں، جن کیلیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ انہیں عذاب سے بچائے، حکومت عطا کرے اور ہادی و مہدی بنائے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار اور مومنین کے ماموں ہیں۔

-اور یزید بن معاویہ پر لعنت کو جائز نہیں سمجھتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے جیسا ہے۔" اور فرمایا: "بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر اس کے بعد آنے والے۔" اور یزید بھی اُنہی میں سے ہے، چنانچہ وہ اس کے متعلق خاموشی کو بہتر خیال کرتے ہیں، اور اس کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔[39]

-خلافت کے بارے میں سلف کا منہج:

اہل السنۃ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین؛ جن میں سب سے پہلے ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان، اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین لوگ ہیں، اور وہ اسی ترتیب سے خلفائے راشدین و مہدیین ہیں، اور تیس سال خلافتِ نبوت اُن میں رہی، جس میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی شامل ہے۔

-بدعت اور اہلِ بدعت کے متعلق سلف کا منہج:

اہل السنۃ کہتے ہیں کہ دین مکمل ہونے کے بعد اس میں کچھ ایجاد کرنا، اور ہر وہ کام جس کے شریعت ہونے پر کتاب و سنت میں کوئی دلیل نہ ہو، اور اسے دین میں شریعت کی طرز پر بغرضِ تعبد و تقرب الی اللہ داخل کیا گیا ہو؛ بدعت کہلاتا ہے۔ اور بدعت بدترین کام ہے،

---

39 (شیخ ابو عمر عبد العزیز نورستانی حفظہ اللہ)

اسے اس کے فاعل پر لوٹا دیا جائے گا، یہ ایک کارِ گناہ ہے، اور امت محمد ﷺ پر تلوار سونتے جانے کا باعث ہے۔ اور کوئی بھی گروہ جب بدعت ایجاد کرتا ہے تو (اپنے مخالفین پر) تلوار اٹھانا حلال کرلیتا ہے۔ بدعت عداوت و نفرت کا باعث ہے۔ اہلِ بدعت کو پہچاننے کیلیے کئی علامات ہیں :

۱)مقاصدِ شریعت سے جہالت۔

۲)فرقہ بندی، پھُوٹ، مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی۔

۳)جدال اور مناظرہ بازی۔

۴)خواہش پرستی۔

۵)عقل کو نقل پر مقدم کرنا۔

۶)سنت سے جہالت۔

۷)متشابہات میں مغزماری۔

۸)دین میں غلو، اور بعض اشخاص اور علاقوں کے متعلق غلو۔

۹)اہلِ حق کو بھونڈے القابات دینا۔

۱۰)اہل الأثر پر طعن۔

۱۱)اہل الحدیث سے بغض۔

۱۲)اہلِ قرآن وحدیث پر ظلم و سرکشی۔

۱۳)اہلِ قرآن وحدیث کے مقابلے میں امراء وسلاطین سے مدد لینا۔

۱۴) حکمرانوں کے ہاں اہلِ حق کی جاسوسی۔

-اور سلف اہلِ بدعت سے بغض رکھتے ہیں، اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کرتے ہیں، اور ان سے براءت کرتے ہیں۔

-دین میں پہلی بدعت نماز اور زکوۃ میں فرق کرنا تھی، چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں دبوچ لیا، ان سے قتال کیا اور ان کی سرکوبی کی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بعض چھوٹی بدعات رونُماہوئیں مگر سر نہ اٹھا سکیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنۂ کبری یعنی امامِ حق پر تلوار کے ساتھ خروج کی داغ بیل ڈالی گئی، جو اُن کی شہادت پر منتج ہوئی۔ یہ فتنۂ خوارج کی ابتداء تھی، جو آج تک چلا آرہا ہے۔

-پھر اوپر تلے بدعات ظاہر ہوتی رہیں، پس ایک ایک کر کے قدریہ، مرجئہ، رافضہ، زنادقہ، باطنی گروہ، جہمیہ، منکرینِ اسماء وصفات نمودار ہوئے۔ اور جب بھی اہلِ بدعت ظاہر ہوئے، اہل السنۃ نے اُنہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ اہلِ سنت و اہلِ بدعت، اور اہلِ حق و اہلِ باطل کے درمیان یہ جنگ تاحال جاری ہے؛ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ وہ فیصلہ فرمادیں جو ہو کر رہنے والا ہے۔[40]

-بدعت کا معاملہ معصیت سے زیادہ خطرناک ہے، اس کا نقصان کئی طرح سے ہے:

۱)بدعت دلوں کو بگاڑ دیتی ہے۔

۲)نفوس کی اصلاح میں سنت کی مزاحمت کرتی ہے، اس کی مثال طعامِ خبیث کی مانند ہے۔

۳)ہر بدعت کے بالمقابل کوئی سنت مٹادی جاتی ہے۔

۴)اہلِ بدعت کا منہج کتاب وسنت کی نصوص سے ٹکراؤ پر قائم ہے۔[41]

-اہلِ بدعت کی نمازِ جنازہ اور اُن کیلیے دعائے مغفرت کے بارے میں سلف کا منہج:

بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعتِ مکفرہ اور بدعتِ مفسقہ۔ اگر کسی کی بدعت مکفرہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس کا جنازہ ادا کرنا، اور اس کیلیے رحمت کی دعا کرنا جائز نہیں۔

اگر کسی کی بدعت مفسقہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، اگر کوئی پڑھ لے تو نماز درست ہے۔ حکمران اور اہلِ علم کے حق میں ایسے شخص کی نمازِ جنازہ ادا نہ کرنا مشروع ہے؛ تاکہ لوگوں کو اس کی معصیت وبدعت کی سنگینی کا اندازہ ہو۔ عام مسلمانوں کیلیے اُن کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ بدعت اور اہلِ بدعت سے براءت کرتے ہوں۔

-اور اگر آپ کے سامنے کسی شخص کی بدعت ظاہر ہو تو چوکنے ہو جائیں، کیونکہ جو اس نے چھپار کھا ہے، وہ اس سے زیادہ ہے جو اس نے ظاہر کر دیا ہے۔

-اور اگر آپ کسی شخص کو برائی کے راستے پر، فاسق وفاجر، گناہوں میں لَت پت اور گمراہ پائیں، مگر وہ اہل السنۃ میں سے ہو تو آپ کا اس سے میل جول اختیار کرنا، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا روا ہے، کیونکہ آپ کو اس کے گناہ کا نقصان نہیں ہے، الٹا آپ اسے نصیحت کر سکتے ہیں۔ اور اگر آپ کسی شخص کو عبادت میں بہت جان مارنے والا پائیں، اور بھلے ہی وہ عبادات کی تڑپ میں دنیا سے بے نیاز ہو، مگر بدعتی

40(شیخ امین اللہ اور شیخ محمد نبی حفظہما اللہ)

41 (شیخ عبدالبصیر حفظہ اللہ)

ہو، تو اس کے ساتھ مت بیٹھیں، اس کی بات نہ سنیں، اس کے ساتھ راستے پر مت چلیں؛ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ آپ بھی اسی کی بدعت اپنالیں گے، اور اس کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گے۔[42]

-اور اگر آپ کسی شخص کو کسی بدعتی کے ہمراہ بیٹھا دیکھیں، تو اسے ڈرائیں اور اسے سمجھائیں، پس اگر علم آجانے کے بعد وہ اس بدعتی کے ساتھ بیٹھے تو اس سے بچیں کیونکہ وہ خود صاحبِ ھوی (بدعتی) ہے۔

-اور مسلمان کا مجرد کسی بدعت میں واقع ہونا اسے بدعتی نہیں بنا دیتا۔

-مسئلۂ ہجر (قطع تعلقی) میں اسلام کے مقاصد مہجور وہاجر کے اعتبار سے مختلف ہیں، اور اپنی بدعت کی طرف بلانے والے بدعتی سے ہجر کرنے کا مقصد دراصل برائی پر انکار اور بدعت کو پھیلنے سے روکنا ہے، خواہ وہ شخص متأول و معذور ہی کیوں نہ ہو۔

-بدعتی سے قطع تعلقی کے ضوابط:

پہلا: اہل الحدیث غلبے میں ہوں۔

دوسرا: قطع تعلقی سے پہلے نصیحت کی ہر ممکنہ کوشش کرلی گئی ہو۔

تیسرا: جب اس میں کوئی مصلحت ہو۔

گویا اس ہجر کا حکم ہجر کرنے والوں کی قوت وضعف اور قلت و کثرت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کیونکہ مقصود تو مہجور کی زجر و تادیب اور عام لوگوں کو اس کی بدعت سے رجوع کروانا ہے۔

چنانچہ اگر ہجر میں مصلحت راجح ہو کہ اُس بدعتی سے قطع تعلقی سے شر میں کمی واقع ہوتی ہو تو ہجر مشروع ہے۔ اور اگر ہجر کے نتیجے میں مہجور یا کسی اور پر کوئی فرق نہ پڑتا ہو، اور ہجر کرنے والا کمزور تو یہاں مفسدہ مصلحت پر غالب ہے، پس ہجر مشروع نہیں ہے۔ بلکہ بعض لوگوں سے قریب ہونا اُن کیلیے دور ہونے سے زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے، اور بعض لوگوں کے حق میں دور ہونا قریب ہونے سے زیادہ فائدہ دیتا ہے۔[43]

-اہلِ بدعت کی تعریف کرنا:

اگر اس سے مقصود کفار کے مقابلے میں دفاع کرنا ہو تو واجب ہے۔ اور اگر اس سے مقصود اس کے منہج کو خوشنما بنانا اور لوگوں کو اُس کی طرف راغب کرنا ہو تو جائز نہیں۔

---

42 کلامِ سلف میں اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں کہ وہ بدعت کے مقابلے میں معاصی کو کم تر سمجھتے تھے۔ لیکن اس سے مطلقاً معاصی کی تہوین مراد نہیں ہے بلکہ اہل معاصی سے بھی مصالح و مفاسد کے مطابق ہجرِ شرعی برتا جائے گا۔ (مترجم)

43 (مجموع الفتاوى لابن تيمية : ٢٨/٢٠٦)

-عبادات کے متعلق سلف کا منہج:

عبادت ہی وہ چیز ہے جس کیلیے اللہ نے بندوں کو پیدا کیا، لہذا اہل السنۃ سب سے بڑھ کر اللہ کی عبادت پر حریص ہوتے ہیں، انہیں اُسی طرح بجالاتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا، فرض نمازوں کو قائم کرتے ہیں، سنن رواتب اور دیگر نوافل جیسے قیام اللیل اور نماز چاشت وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں، اسی طرح دیگر عبادات کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ ان کی عبادت کا مدار دو اہم قاعدوں پر ہے:

۱)صرف اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں۔

۲)اللہ کی عبادت صرف اسی کے بتائے گئے طریقے کے مطابق کرتے ہیں۔

-اخلاق کے باب میں سلف کا منہج:

سلف صالحین مکارمِ اخلاق اور محاسنِ عادات جیسے حیاء، تواضع، شجاعت، نرمی، درگزر، رحمت، آنکھ کی روانی، خشیتِ الٰہی، اللہ کی خاطر غصہ، شفقت، خندہ پیشانی، زہد، عدل، بردباری اور صبر وغیرہ کے پیکر و خوگر تھے۔

- آداب کے باب میں سلف کا منہج:

سلف صالحین لوگوں میں سب سے بڑھ کر طعام و شراب، سلام، راستے، بازار، سفر، سونے جاگنے، اجازت لینے، عطاء، عیادت، لباس، اور دیگر امور سے متعلق شرعی آداب کا اہتمام کرنے والے تھے۔

-دعوت الی اللہ کے باب میں سلف کا منہج:

دعوت الی اللہ اسلام کے عظیم ترین شعائر میں سے ہے، مسلمانوں کی جماعت کی حفاظت کا سبب اور فضیلت و خیر کا باعث ہے۔ اہل السنۃ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہر شخص پر اسکی طاقت کے بقدر واجب قرار دیتے ہیں؛ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔ اور دعوت میں الأهم فالأهم (زیادہ اہم پہلے) کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، اور فقہ الدعوۃ کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ تغییرِ منکر کی کوشش میں پہلے سے بڑا منکر نہ واقع ہو جائے۔ اور اس بات کا بہت خیال رکھتے ہیں کہ دعوت دینے والا شخص داعی کے اخلاق جیسے اخلاص، علم، بردباری، صبر، مجاہدہ، حکمت، نرمی، حسنِ سلوک وغیرہ سے متصف ہو۔

امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہاتھ، زبان اور دل سے ہے، تلوار اٹھائے بغیر۔ اور یہ ہر شخص پر واجب ہے الا یہ کہ کسی کو حاکم کی تلوار یا کوڑے کا خوف ہو۔“ [44]

44(شرح السنة للبربهاري : ۱۱۰،۱۰۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : "تمہارا امر بالمعروف معروف طریقے سے اور نہی عن المنکر غیر منکر طریقے سے ہونا چاہیے۔ اور چونکہ یہ کام نہایت اعلیٰ درجہ کے واجبات اور مستحبات میں سے ہے، اور واجبات و مستحبات میں مصلحت کا مفسدے پر غالب ہونا ضروری ہے؛ اسی (اصول) کو لے کر انبیاء مبعوث ہوئے اور کتب نازل ہوئیں، اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے، بلکہ اللہ کا دیا گیا ہر حکم مصلحت پر مبنی ہے۔"[45]

-بحث و جدال اور مناظروں کے متعلق سلف کا منہج:

سلف صالحین دین میں بحث و جدال اور مناظرہ بازی کو ناپسند فرماتے تھے اور کہتے تھے: بدعتیوں سے بچو، اور ان سے بحث کرنے سے بھی اجتناب کرو۔ اسی طرح اصحابِ خصومات (دین کو مناظروں کی بھینٹ چڑھا دینے والوں) سے بچو، اور ان کی مجالس سے دور رہو؛ کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات میں ناحق غور و خوض کرنے والے ہیں.

امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : "اگر کوئی تم سے اس کتاب (شرح السنۃ) کے کسی مسئلے کے متعلق سوال کرے، اور واقعی وہ سمجھنا چاہتا ہو تو اسے جواب دو اور اس کی رہنمائی کرو۔ لیکن اگر وہ مناظرے کی نیت رکھتا ہو، تو اس سے بچو، کیونکہ مناظرہ کا ماحصل لڑائی جھگڑا، ایک دوسرے پر غالب آنا اور غصے کے سوا کچھ نہیں، اور اس رویے سے شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں لامحالہ فریقین حق سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور ہمیں اپنے فقہاء و علماء میں سے کسی کے متعلق نہیں ملتا کہ اس نے بحث و جدال کا راستہ اپنایا ہو۔"[46]

-لزوم جماعت اور شذوذ و افتراق سے اجتناب کے باب میں سلف کا منہج:[47]

اہل السنۃ مسلم حکمران کے تابع رہنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ افتراق اور مسلمانوں کی اجتماعیت توڑ کر دشمنوں کے مقابلے میں اُنہیں کمزور کرنے، ان کے باہمی روابط منقطع کرنے اور اسلامی ممالک میں فساد پھیلا کر اُن کا امن برباد کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ ضروری ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اعتقادِ سلیم اور عملِ صحیح کی یگانگت بھی ہو اور ایک دیوار کی مانند مضبوط و مربوط اجتماعیت بھی۔ کیونکہ اصحابِ حق تفریق اور پھوٹ کے باعث کمزور ہو جاتے ہیں، اور جہلاء و اہلِ باطل اتحاد کر کے مضبوط ہو جاتے ہیں۔[48]

-حدیث کو عمومِ قرآن اور عمومِ سنت سے ٹکرانا:

سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ سنت قرآن کریم سے ٹکراتی نہیں ہے، بلکہ اس کے مجمل کی تفصیل، اس کی مراد کی وضاحت اور اس کے مقاصد کو بیان کرتی ہے۔[49]

45(مجموع الفتاوی : ٢٨/١٢٦)

46(شرح السنة : ١٢٥)

47(شیخ امین اللہ اور شیخ محمد نبی حفظہما اللہ)

48(شیخ فضل ربی حفظہ اللہ)

49(شیخ امین اللہ اور شیخ محمد نبی حفظہما اللہ)

-قیامت کی نشانیوں کے متعلق سلف کا موقف:

اہل السنۃ خروجِ دجال، دابۃ الارض کا نکلنا، عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور دیگر سب علاماتِ قیامت پر نبی کریم ﷺ کی اتباع اور شریعتِ اسلامیہ کی بجا آوری کرتے ہوئے ایمان لاتے ہیں۔[50]

-شفاعت اور ایمان بالآخرۃ سے متعلق دیگر امور میں سلف کا منہج:

-اہل السنۃ شفاعتِ محمدی ﷺ پر یقین رکھتے ہیں۔ اور باقی انبیاء، فرشتوں اور مومنین کی شفاعت پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

-اور پُل صراط برحق ہے، جیسے کتاب و سنت میں آیا ہے، اور اس پر اجماع ہے۔ بندے اس پر اپنے اعمال کی مناسبت سے گزریں گے؛ پس کچھ صحیح سلامت گزر جائیں گے جن کی رفتار ان کے اعمال کے مطابق کم یا زیادہ ہوگی، اور کچھ کے اعمال انہیں اس سے گرا دیں گے۔

-اور اہل السنہ نبی کریم ﷺ کے حوض پر ایمان لاتے ہیں، جس پر آپ کی امت لائی جائے گی، اور جس سے پینے کے بعد پیاس نہ لگے گی۔ جبکہ دین سے پھرنے والے یا اس میں تبدیلی کرنے والے وہاں سے بھگا دیے جائیں گے۔

-اور اہل السنۃ جنت و جہنم کے برحق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور یہ بھی کہ جنت اور جہنم کو اُن کے باسیوں سے قبل پیدا کر دیا گیا تھا، اور وہ دونوں کبھی فنا نہیں ہوں گی، اور جنت میں صرف مومن ہی داخل ہو گا۔

-اور عرش اور کرسی دونوں اللہ کی مخلوق ہیں۔

-اور عذاب قبر برحق ہے، اللہ جس مستحق کو چاہے اس کے ذریعے عذاب دے اور جسے چاہے معاف فرما دے۔ عذابِ قبر کے حق ہونے پر اہل السنۃ کا اجماع ہے، اور اس بات پر بھی کہ قبر میں لوگوں کو زندہ کر کے اُن سے سوالات کیے جاتے ہیں؛ پس اللہ جسے پسند فرماتے ہیں اسے ثابت قدم رکھتے ہیں۔[51] اور منکر نکیر کا سوال کرنا بالکل برحق ہے۔

-اور قیامت تب تک قائم نہ ہو گی جب تک زمین پر ایک بھی مؤحد باقی ہے، قیامت تو بدترین لوگوں پر قائم ہو گی۔

-اور اہل السنۃ حساب پر بھی ایمان لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بندوں کا حساب لیں گے۔ اللہ نے ہر عمل کو گن رکھا ہے مگر لوگ بھول جاتے ہیں۔

-اور شہداء زندہ ہیں، اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں، مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی جیسی نہیں۔

-اور اہلِ سعادت کی روحیں عالمِ برزخ میں باقی ہیں، تا قیامت نعمتوں میں ہیں۔

50(شیخ فضل ربی حفظہ اللہ)

51(رسالة إلى أهل الثغر للأشعري : ١٥٩)

-اور اللہ تعالیٰ اہلِ توحید میں سے بعض کو ان کے گناہ کی بدولت جہنم میں ڈالیں گے، پھر انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کی بدولت وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں گے۔

-اور ترازو بھی برحق ہے، اور بنی آدم کے اعمال تولے جائیں گے۔

-اور قیامت آکر ہی رہنی ہے، اس میں شک کی گنجائش نہیں۔

-اور مُردوں کا اٹھایا جانا اور دوبارہ زندہ کیا جانا برحق ہے۔

-اور اللہ عزوجل کی صورت ہے جیسی اس کی شان کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت مومنین کے پاس ایسی صورت میں آئیں گے جس کو وہ پہچانتے ہوں گے۔[52]

-انسانی جان کو قتل کرنا:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی بھی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں بجز ان تین اسباب کے: اگر کوئی شادی شدہ زنا کرے، یا کوئی شخص کسی اور کو قتل کرے تو بدلے میں قتل کیا جائے گا، یا کوئی شخص اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفر کو اختیار کر لے۔"[53]

-خودکشی کرنا:

حدیث میں آتا ہے: "جس شخص نے اپنے آپ کو کسی ہتھیار سے قتل کیا، تو وہ جہنم میں ہمیشہ کیلیے اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا۔ اور جس شخص نے زہر پی کر خود کو مار ڈالا تو وہ جہنم میں ہمیشہ زہر پیتا رہے گا۔ اور جس شخص نے کسی اونچی جگہ سے گرا کر خود کو قتل کر دیا تو وہ ہمیشہ کیلیے جہنم میں گرتا ہی رہے گا۔"[54]

-معاھد کو قتل کرنا:

"جس شخص نے کسی معاھد کو قتل کیا، تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گا، جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت پر پہنچتی ہے۔"[55]

52(صحيح البخاري: ٧٤٣٧)

53 (سنن النسائي: ٤٠٥٨)

54 (صحيح مسلم: ١٠٩)

55(صحيح البخاري: ٣١٦٦)

-حقوقِ عامہ کا خیال رکھنا:

”جس شخص پر کسی مسلمان بھائی کی عزت ومال وغیرہ کا کچھ حق ہو، تو اس کو چاہیے کہ آج ہی تلافی کر لے۔ قبل اس دن کے جب درہم و دینار نہ ہوں گے، بلکہ ظلم کے بدلے نیک اعمال لیے جائیں گے، اور جس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے۔“[56]

-کہانت وعملیات وغیرہ کے متعلق سلف کا منہج:

- تعویذ گنڈوں پر مشتمل کتابیں پڑھنا، انہیں استعمال کرنا، جنات سے گفتگو کا دعویٰ کرنا، ان سے کام کروانا، یا اُن میں سے بعض کو قتل کرنا جائز نہیں۔[57]

-نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا، اور اس کی بات کی تصدیق کی، تو گویا اس نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل شدہ دین کا انکار کیا۔“[58]

-امام البانی رَحِمَہُ اللّٰہ فرماتے ہیں: ”اگر آپ کو یہ حدیث معلوم ہو گئی ہے تو جان لیں کہ کہانت کی ایک بہت عام صورت؛ جس میں بعض بھلے مانس مسلمان بھی پڑے ہوئے ہیں وہ "عامل" کا پیشہ ہے۔ جس میں یہ حضرات جنات سے متاثرہ شخص پر کچھ نہ کچھ پڑھتے ہیں، پھر جن سے بات چیت کرتے ہیں، اور جنات اُنہیں اس شخص میں داخل ہونے کا سبب محبت یا بغض کی صورت میں بتاتے ہیں۔ اور ان کے خیال کے مطابق وہ جنوں کا دین بھی پوچھتے ہیں، اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں تو ان کی ہر بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ تو یہ غفلت اور گمراہی کی انتہا ہے کہ جن کو جانے اور دیکھے بغیر اس کی بات کی تصدیق کی جائے۔ تو اے مسلمان بھائی! اس قسم کے عاملوں سے دور رہو، اُن کے پاس مت جاؤ، نہ ہی اُن کی تصدیق کرو، ورنہ مذکورہ صحیح حدیث کی وعید میں داخل ہو جاؤ گے!“[59]

-وطن سے محبت کرنا:

-وطن سے محبت کرنا، اس سے اپنی نسبت ظاہر کرنا، اور اس کا دفاع کرنا بھی سلف صالحین کی خوبصورت صفات میں سے ہے۔[60]

56(صحيح البخاري : ٢٤٤٩)

57(الشرح والإبانة لابن بطة : ٣٦١)

58(مسند أحمد : ٩٥٣٦)

59(سلسلة الأحاديث الصحيحة : ٧/١١٥٧)

60(الروض الأنف للسهيلي : ٥/٣١)

- آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے عورتوں اور خوشبو کی محبت دی گئی ہے۔"[61]

- اور آپ ﷺ کی محبوب چیزوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے والد، اسامہ رضی اللہ عنہ، دونوں نواسے، میٹھا اور شہد، جبلِ اُحد، آپ کا وطن، انصار اور بہت سی دیگر چیزیں شامل ہیں؛ جن سے کوئی مسلمان بے نیاز نہیں ہو سکتا۔[62]

- تمام بدعات کی اصل:

امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بہتّر فرقوں کی اصل چار فرقے ہیں، اور ان چار فرقوں سے بہتّر فرقے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ چار یہ ہیں: قدریہ، مرجئہ، شیعہ، خوارج۔"

- خلاصہ:

- جو شخص اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر، اچھی اور بری تقدیر کے من جانب اللہ ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لائے، اور اللہ تعالیٰ کی تمام ذاتی و فعلی، ازلی و ابدی صفات پر ایمان لائے تو وہ مومن ہے، ان شاء اللہ۔

- اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے، اور یہ بڑھتا اور گھٹتا ہے، تو وہ مرجئہ کے تمام عقائد سے نکل گیا۔

- اور جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کو تمام صحابہ سے افضل مانے، اور باقی تمام صحابہ کرام کا بھی ذکرِ خیر کرے اور ان کیلیے دعا کرے تو وہ شیعہ کے تمام عقائد سے نکل گیا۔

- اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نماز ہر نیک و فاجر حکمران کے پیچھے صحیح ہے، اور جہاد ہر خلیفہ کے ساتھ ہے، اور اپنے حکمران کے خلاف مسلح خروج سے باز رہے، اور ان کی اصلاح کی دعا کرتا رہے، تو وہ خوارج کے تمام عقائد سے نکل گیا۔

- اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ تمام اچھی اور بری تقادیر اللہ کی طرف سے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، تو وہ شخص قدریہ کے تمام عقائد سے نکل گیا۔[63]

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو حق بات کہے، اثر کی اتباع کرے، سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھے، اور صالحین کی پیروی کرے۔

وصلى الله على نبينا محمد وآله وأصحابه وسلم

---

61 (سنن النسائي: ٣٩٤٠)

62 (سير أعلام النبلاء للذهبي: ٣٨٦/ ٢٩)

63 (شرح السنة للبربهاري: ١٢٨)

عبدالعزیز ناصر

20اپریل،2024ء

11شوال 1445ھ

https://t.me/AuraqIlmiah